ڈاکٹر ریشماں پروین
صدر رشعبۂ اردو
کھن کھن جی گرلس پی۔ جی کالج، چوک لکھنؤ

شیشوں کا مسیحا فیض: ایک مطالعہ

ترقی پسند شاعر اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک فیض احمد فیضؔ پر اشفاق حسین کی کتاب ''شیشوں کا مسیحا فیض'' (مطبوعہ ۲۰۱۱ء) نقدِ فیض کے سلسلے کی ایسی بنیادی کڑی ہے جس کے بغیر ادب کے قاری کے لیے تفہیمِ فیض غالباً ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، فیض کی شخصیت اور شاعری کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے، کسی تخلیق کار کی شخصیت اور شاعری کا جائزہ بظاہر آسان نظر آتا ہے جب کہ حقیقت میں یہ خاصا مشکل کام ہے، اشفاق حسین نے فیض کی صد سالہ تقریب کے موقع پر اس وقیع اور بامعنی کتاب کو پیش کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ''فیض اگر شیشوں کے مسیحا'' ہیں تو خود اشفاق حسین اردو کی نئی بستیوں میں ادب کے مسیحا ہیں جو مغربی معبدوں میں اردو کی اذان دے رہے ہیں، اشفاق حسین مغرب نژاد ادیبوں اور شاعروں میں ایک اہم ترین شاعر ہیں جن کی شاعرانہ صلاحیتوں اور تنقیدی خدمات کا اعتراف مغرب و مشرق کے معتبر ادبی حلقوں نے کیا ہے، فیض کے فن و شخصیت کا انھوں نے جس انداز سے تجزیہ کیا ہے اور از سرِ نو فیض کو جس طرح دریافت کیا ہے اس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ فیض تنقید کے اہم ترین ناقد ہیں انھوں نے کلامِ فیض کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیا ہے اور فیض کی مرموز شخصیت کی بہت سی پرتوں کو کھولا ہے وہ لکھتے ہیں۔

''فیض ہمارے عہد کے بہت بڑے شاعر اور دانشور تھے ان کے بارے میں ہر زاویے سے

لکھا جانا چاہیے تا کہ ان کی شخصیت اور ان کے فن کے تمام گوشے سامنے آ سکیں۔''

(شیشوں کا مسیحا فیض، صفحہ۔۳۱۱)

اشفاق حسین نے صرف فیض کی عظمت اور دانشوری کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ انھوں نے طویل عرصہ تک غور و خوض کرنے کے بعد فیض کی شخصیت اور شاعری کو ہر زاویے سے قلم بند کرنے کی سعی کی ہے۔'' شیشوں کا مسیحا فیض، فیض'' پر لکھی ہوئی اشفاق حسین کی پانچ کتابوں کا مجموعہ ہے جو ۱۹۷۷ سے ۲۰۱۰ء تک یکے بعد دیگرے شائع ہوئیں۔ اس مجموعے کا موالاتی مطالعہ فیض کی شعری تفہیم کے لیے بنیادی و اساسی حیثیت کا حامل ہے۔ فیض جنھیں عام قاری صرف ایک انقلابی اور ترقی پسند شاعر سمجھتا آیا ہے، شیشوں کا مسیحا، میں اپنی انفرادیت کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ عابد سہیل فیض کے اسی انفراد پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''فیض محض ترقی پسند تحریک تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ ہر عہد کے شاعر ہیں،............فیض کی شاعری وقیع اور بامعنی شاعری ہے۔ اگر چہ ہم فیض کو ایک انقلابی اور ترقی پسند شاعر تصور کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ہر عہد اور ہر تحریک میں اپنی ایک الگ شناخت رکھنے کا ہنر جانتے ہیں۔''

(روزنامہ صحافت لکھنؤ، صفحہ۔۳، دسمبر ۲۰۱۱ء)

''شیشوں کا مسیحا''، فیض کی اسی انفرادی شناخت پر دال ہے، جس میں شامل ''فیض ایک جائزہ'' اشفاق حسین کا ایم۔اے۔ کا مقالہ ہے۔ دراصل یہ ان کی فیض فہمی کا نقطۂ آغاز ہے۔ اس مقالے میں فیض کی شاعری کا تہذیبی، سیاسی و ادبی پس منظر، ترقی پسند تحریک اور فیض، جدید اردو نظم اور فیض، جدید اردو غزل اور فیض، جیسے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ۱۹۷۷ء میں شائع شدہ اس کتاب سے کلامِ فیض کے پس منظر کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔

''فیض ایک جائزہ''، میں اشفاق حسین نے فیض کی نظموں کے موضوعات، رجحانات اور غزلوں کا مطالعہ ایک مخصوص طرز میں کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اشفاق حسین فیض کی شاعری کو ایک وسیع پس منظر میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں اور یہی خواہش انھیں ''فیض حبیب عنبر دست'' کی تخلیق کی طرف راغب کرتی ہے، یہ ان خوشگوار یادوں اور خوبصورت لمحات کا حسین مرقع ہے جو انھوں نے ٹورنٹو میں فیض کے ساتھ گزارے، ''فیض حبیب عنبر دست'' ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔

۱۹۹۳ء میں ''فیض کے مغربی حوالے'' کی اشاعت عمل میں آئی۔ مغرب میں ۱۹۹۳ء تک فیض پر لکھے گئے مضامین اور خود فیض نے وہاں رہ کر جو کچھ لکھا ہے کو اس کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے، فیض کی جلاوطنی کی یہ وہ تحریری داستان ہے جس کا راوی کوئی ایک نہیں بلکہ کئی افراد ہیں۔ اس داستان کے ذریعہ فیض کے مغرب میں تخلیق کردہ ادب کو سمجھنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ اشفاق حسین نے اس کی تہذیب و تنظیم کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

> ''ان (فیض) کے انتقال کے بعد میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ جب فیض نے گلی گلی صدائیں دی ہیں اور نگر نگر کا رخ بھی کیا ہے تو کیوں نہ اس کا ایک تاریخی ڈاکومینٹیشن بھی ہو جائے، شاید اس طرح ان کی شخصیت اور شاعری کو سمجھنے میں کچھ نئے گوشوں کا اضافہ ہو سکے۔ ''فیض کے مغربی حوالے'' کی ترتیب اسی خیال کا نتیجہ ہے۔''

(شیشوں کا مسیحا، صفحہ۔ ۴۷)

ذکی الحس اور ذی فہم قاری کے ذہن میں اکثر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہمارے ناقدین کسی شاعر/مصنف کو کسی ایک تحریک یا تنقیدی رویّے سے وابستہ کر کے کیوں دیکھتے ہیں؟ کیا بڑے تخلیق کار کو نظریات کے محدود دائرے میں رکھ کر اس کے فن کا دیانتداری سے جائزہ ممکن ہے؟ اس سوال کا جواب

اسے ''شیشوں کا مسیحا: فیض'' میں مل سکتا ہے اس کتاب میں اشفاق حسین، فیض کو کسی ایک نظریہ سے وابستہ کر کے نہیں دیکھتے بلکہ وہ انھیں تنقید کی مختلف میزان پر رکھتے ہیں۔ اسی لیے انھوں نے شیشوں کا مسیحا میں اپنی کتاب ''فیض تنقیدی میزان پر'' کو بھی شامل کیا ہے اور ہر مکتب فکر کے نمائندہ ناقدین کے مضامین کو وضاحتی حاشیوں کے ساتھ یکجا کر دیا ہے۔ ''فیض تنقیدی میزان پر'' میں ترقی پسند، جدید، ملکی اور غیر ملکی ناقدین کے فیض پر لکھے گئے مقالات کی تلخیص شامل ہے۔ شمیم حنفی نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ ایک بار چیکوسلوا کیہ سے الہ آباد یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں آئے ہوئے مہمان یان مارک نے شمیم حنفی سے فیض کے بارے میں کہا تھا۔

> ''بات یہ ہے کہ فیض کا شعور جغرافیائی حدود کا پابند نہیں ہے۔ اس کی آواز ہم سب کو اپنی آواز معلوم ہوتی ہے۔ بالکل اپنی اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا۔ بالکل نہیں۔ اور یہ بھی کہ فیض جن اقدار کا ترجمان ہے ہم بھی ان قدروں کو پسند کرتے ہیں اور وہ قدریں ہماری بھی آئیڈیل ہیں۔''

(شیشوں کا مسیحا: فیض، صفحہ۔ ۱۰۳۰)

'یان مارک' کی بات سے انکار ممکن نہیں، فیض کی آفاقی مقبولیت کا اندازہ ''فیض کے مغربی حوالے'' کے مضامین سے کیا جاسکتا ہے۔ اس کتاب میں کینیڈا، امریکہ، ماسکو، یورپ، لندن میں فیض پر لکھے گئے مقالات شامل ہیں، نیومی لیزرڈ، ڈاکٹر لڈمیلا وسی لیوا، پروفیسر سخاچوف، ڈاکٹر انا سوورووا، یوری کورنی لوف، لیکس سرکوف، وکٹر کیرنن، کرشن گولڈ، جیسے غیر ملکی ناقدین فیض کے مداح ہیں، ''فیض تنقید کی میزان پر''، میں مختلف تنقیدی روّے رکھنے والے ناقدین کے مضامین کی تلخیص ہے، احتشام حسین، آل احمد سرور، کلیم الدین احمد، ممتاز حسین، احمد ندیم قاسمی، سجاد ظہیر، مجتبیٰ حسین، میجر محمد اسحاق، شمیم حنفی، ملک

راج آنند، قرۃ العین حیدر، محمد حسن، گوپی چند نارنگ، قمر رئیس، مشتاق احمد، شمس الرحمان فاروقی، ظفر اقبال، شارب ردولوی، محمد علی صدیقی، وزیر آغا، ڈاکٹر لڈمیلا وسی لیوا، ڈاکٹر اقا سوورووا، افتخار عارف کے مضامین فیض کی ہمہ جہت شخصیت کا احاطہ اور شاعرانہ مقام و مرتبہ کا تعین کرتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے کہ اشفاق حسین نے ''شیشوں کا مسیحا''، میں فیض کی شخصیت اور شاعری کے بیشتر پہلوؤں کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے، ''فیض فن اور شخصیت'' کی ترتیب اس طرح کی گئی ہے کہ فیض کے حالات زندگی کے ساتھ ان کے شعری اور نثری مجموعوں کا پس منظر بھی سامنے آجاتا ہے۔ ''فیض فن اور شخصیت'' ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئی۔ اس میں ۱۹۱۱ء سے ۱۹۸۴ء تک فیض کی زندگی کے اہم ترین سوانحی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بقول پروفیسر شارب ردولوی

> ''اشفاق حسین نے فیض کی شخصیت اور ان کے خاندانی پس منظر کو جن جزئیات کے ساتھ اپنی کتاب میں بیان کیا ہے وہ ہمیں اور کہیں نظر نہیں آتا۔''

(روزنامہ صحافت، لکھنؤ۔ صفحہ۔۳، ۳۰ دسمبر ۲۰۱۱ء)

''فیض فن اور شخصیت'' کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اشفاق حسین نے فیض کے حالات زندگی کے ساتھ ساتھ ان کے تمام مجموعوں کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیا ہے، جس سے قاری فیض کی شخصیت اور شاعری کے نشیب و فراز سے بخوبی واقف ہو جاتا ہے، فیض کے تمام مجموعوں کی ترتیب و تفصیل ''نقش فریادی'' سے لے کر ''نسخہ ہائے وفا'' تک صرف فیض کی شاعری کا پس منظر ہی نہیں پیش کرتی بلکہ اس عہد کے سیاسی و سماجی حالات پر بھی روشنی ڈالتی ہے، پیدائش سے لے کر فیض کی زندگی کے بدلتے حالات، ترقی پسند تحریک سے ان کی وابستگی، اعلیٰ تعلیم، ایلس سے شادی، برطانوی فوج کی ملازمت، اور پھر ۱۹۴۱ء میں ''نقش فریادی'' کی اشاعت کون سی ایسی چیز ہے جس کا احاطہ اشفاق حسین

نے نہیں کیا۔فیض کا پہلا مجموعہ کلام ''نقش فریادی'' ہے جس کا ابتدائی حصہ رومان اور عشقیہ شاعری پر مشتمل ہے جب کہ دوسرے حصے کا آغاز ''دلے بفروختم جانے خریدم' کے عنوان سے ہوتا ہے اور ترقی پسند تحریک سے وابستگی کے سبب وہ محبوب سے بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں۔

مجھ سے پہلی سی محبت مرے محبوب نہ مانگ

فیض کا دوسرا مجموعہ کلام دستِ صبا ۱۹۵۲ میں شائع ہوا۔اس وقت فیض جیل میں تھے۔اشفاق حسین نے فیض کی پہلی بار حراست، راولپنڈی سازش کیس میں گرفتاری، جیل کے شب و روز، بھائی کی موت وغیرہ، اور ایسے دل سوز حالات میں دستِ صبا کی اشاعت کا ذکر جس خوش اسلوبی سے کیا ہے وہ فیض کے عزم و حوصلہ، قوتِ ارادی، مصائب و آلام سے نبرد آزمائی اور جذبۂ اقتدار افگنی کو سمجھنے میں کافی معاون ثابت ہوگا۔فیض کے تیسرے مجموعے ''زنداں نامہ'' کی اشاعت ۱۹۵۵ء میں ہوئی جس کا تقریباً سارا کلام پسِ دیوارِ زنداں لکھا گیا ہے۔

فیض دوسری بار پاکستان کے کمانڈر ان چیف جنرل محمد ایوب خان کے مارشل لا کے دوران گرفتار ہوئے۔ مارشل لا سے سقوطِ ڈھاکہ (۱۹۵۸ سے ۱۹۷۱) تک ''دستِ تہ سنگ''، ''صلیبیں مرے دریچے میں''، ''سرِ وادیٔ سینا'' کی اشاعت ہوئی اس دور میں فیض نے نہ صرف پاکستان اور عالمی سیاست کے بدلتے منظر نامے اور ۱۹۶۷ء میں عرب اسرائیل جنگ کو دیکھا، بلکہ ان حالات کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ''سرِ وادیٔ سینا'' اسی زمانے میں لکھی گئی ایک یادگار نظم ہے،اس دور میں فیض صرف عالمی سیاست سے ہی متاثر نہیں ہوئے بلکہ مشرقی پاکستان کے اندوہ ناک واقعات نے انھیں ترقی پسندی کے حقیقی مفہوم سے آشنا کر دیا اور انھوں نے اپنی آواز کا رشتہ سماج کے اس مظلوم طبقے سے جوڑ لیا جس کا سب کچھ اس ظالم عہد نے چھین لیا تھا، ''حذر کرو مرے تن سے''، اس سلسلہ کی بہترین نظم ہے، اشفاق حسین

نے اس حوالے سے لکھا ہے کہ ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۸ تک فیض ''شام شہر یاراں'' کی تکمیل میں مصروف رہے۔ اس دور میں بنگلہ دیش بننے سے لے کر بلوچستان کی فوج کشی، عرب اسرائیل جنگ اور ذاتی وارداتوں سے فیض نبرد آزما ہوتے رہے مگر اس کا بیان ان کی شاعری میں نہیں ہوا بس وہ اپنے ہی اندر کی جنگ میں مصروف رہے، اور جب حالات کسی طرح نہیں بدلے تو انھوں نے جلاوطنی اختیار کی، اشفاق حسین نے فیض کی جلاوطنی کو فیض کی شاعری کا Turning point قرار دیا ہے۔

''شیشوں کا مسیحا: فیض''، میں اشفاق حسین نے فیض کی شاعری کے اس اہم موڑ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۲ء تک فیض جلاوطن رہے۔ حالانکہ انھوں نے کبھی براہِ راست اس کا اقرار نہیں کیا مگر ان کا کلام شاہد ہے کہ کہیں کچھ تو تھا جس کی وجہ سے فیض اتنے عرصہ تک وطن سے دور رہے، ۱۹۷۸ء میں لندن میں لکھی گئی ان کی نظم ''مرے دل مرے مسافر'' اس جلاوطنی کے دکھ اور کرب کا پر اثر اظہار ہے، ایک خاص پس منظر میں لکھی گئی یہ نظم قاری کے دل و دماغ پر گہرا اثر کرتی ہے اور اسے اپنے حصار میں لے لیتی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

مرے دل مرے مسافر
ہوا پھر سے حکم صادر
کہ وطن بدر ہوں ہم تم
دیں گلی گلی صدائیں
کریں رخ نگر نگر کا
کہ سراغ کوئی پائیں
کسی یارِ نامہ بر کا

ہر اک اجنبی سے پوچھیں
جو پتہ تھا اپنے گھر کا
سر کوئے ناشنایاں
ہمیں دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا
تمھیں کیا کہوں کہ کیا ہے
شب غم بری بلا ہے
ہمیں یہ بھی تھا غنیمت
جو کوئی شمار ہوتا
ہمیں کیا برا تھا مرنا
اگر ایک بار ہوتا

اس نظم کا ایک ایک مصرعہ شاعر کے دکھ اور کرب کا غماز ہے، وطن سے جدائی کے غم کو کسی اور کے ساتھ بانٹنا مشکل ہے، اس لیے وہ اپنے دل کو مخاطب کرتا ہے اور وطن کے لیے اپنی محبت اور تڑپ کا اظہار کرتا ہے کہ وہ خود اپنی مرضی سے نہیں بلکہ کسی کے جبر سے مغرب میں بھٹک رہا ہے اس کی کوئی منزل نہیں، کوئی ٹھکانہ نہیں ،بیسویں صدی کی آٹھویں دہائی میں فیض کا مجموعہ ''مرے دل مرے مسافر'' ان کی وطن سے دوری کا اظہاریہ ہے اور اردو شاعری میں ہجری ادب کی بہترین مثال ہے۔ اشفاق حسین نے صرف فیض کے کلام کا پس منظر بیان کرنے پر ہی اکتفانہیں کیا ہے بلکہ

انھوں نے فیض کے مغربی حوالے، میں ان نظموں کا انتخاب بھی پیش کیا ہے جو یورپ میں لکھی گئیں جس میں سرِ وادیٔ سینا، دُعا، اکتوبر انقلاب روس کی سالگرہ، مخدوم کی یاد میں، دلِ من مسافرِ من، جیسی اہم نظمیں شامل ہیں۔

اشفاق حسین نے فیض کے حالاتِ زندگی، سیاسی و
ادبی پس منظر کے علاوہ فیض کی شاعرانہ خصوصیات، کلاسیکی
روایات سے ان کی وابستگی، علامتوں اور استعاروں کے
فنکارانہ استعمال پر سیر حاصل گفتگو کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''فیض عموماً وہی علامتیں اور وہی اشارے استعمال کرتے ہیں جن کا رشتہ ماضی کی ادبی روایات سے ہوتا ہے لیکن فرق صرف یہ ہے کہ وہ ان کو ایک نئے مفہوم اور ایک نئے معنی کا لباس پہنا دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے اسلوب بیان اور لہجے میں تمام تر قدامت کے باوجود نئے پن کا احساس زندہ و پائندہ نظر آتا ہے۔۔۔۔۔۔ان علامتوں اور اشاروں کے مفاہیم معاشرتی اور تہذیبی سطح پر تسلیم شدہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہر شخص اپنی انفرادی سطح پر مخصوص کیفیات و حالات کے مطابق ان سے معنی اخذ کر لیتا ہے۔'' (شیشوں کا مسیحا فیض، صفحہ ۔۹۷۰۔ ۹۶۹)

فیض جہاں ایک عظیم فنکار اور اردو کے روشن خیال ترقی پسند شاعروں میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں اور ادب کو زندگی کا ترجمان سمجھتے ہیں وہیں زندگی اور بعض مخصوص نظریات سے فیض کی وابستگی ان کے فکری مرتبے کو بلند کرتی ہے، اسی خوبی کے سبب ترقی پسند ناقدین سے لے کر عہد جدید کے سر برآوردہ نقاد گوپی چند نارنگ بھی فیض کی شاعرانہ عظمت کے قائل نظر آتے ہیں، وہ فیض کے اظہاری سانچوں اور ان کے معنویاتی نظام کا اقرار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''انھوں (فیض) نے نئے اظہاری پیرائے وضع کیے اور سیکڑوں ہزاروں لفظوں، ترکیبوں اور اظہاری سانچوں کو ان کے صدیوں پرانے مفاہیم سے ہٹا کر بالکل نئے معنیاتی نظام کے لیے برتا اور یہ اظہاری پیرائے اور ان سے پیدا ہونے والا معنیاتی نظام بڑی حد تک فیض کا اپنا ہے۔''

اشفاق حسین نے پروفیسر گوپی چند نارنگ کے اس مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ گوپی چند نارنگ اس تنقید کے قائل نہیں جو صرف نظریے یا موضوع پر مبنی ہو اور شاعر کی فنی استعداد، تازہ کارانہ احساس اور اظہاری کمال پر نظر نہ رکھے ایسی تنقید فیض کے لطفِ سخن کے رازوں کو نہیں پا سکتی، یقیناً یہ تمام باتیں گوپی چند نارنگ کے مضمون کے حوالے سے کہی گئی ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کہ اشفاق حسین نے فیض کی شاعری کا صرف سرسری جائزہ لیا ہو جیسا کہ پہلے بھی ذکر آ چکا ہے کہ وہ خود کلام فیض کی تفہیم کے لیے فیض کی شاعری میں کلاسیکی روایات اور پرانی علامتوں میں نئی معاصر معنویتوں کی نشاندہی کرتے ہیں، اسی حوالے سے اشفاق حسین نے مزید لکھا ہے۔

''ان کی جمالیاتی اپیروچ، ان کے لہجے کی مٹھاس اور روایتی لفظیات کو نئی معنویت کا لباس پہنانے کا ہنر اور تشبیہاتی اور اشاراتی فضا کا استعمال، جدید تخلیقی اظہار کا سلیقہ۔ تو یہ سب چیزیں مل کر فیض کی شاعری کو اس مقام پر پہنچا دیتی ہیں جہاں سے ہر شخص اپنی نفاست اور ذوق شعری کے مطابق عطر کشید کر لیتا ہے ان کے ہر شعر سے لطف اندوز ہونے کے لیے کسی پس منظر کو نظر میں رکھنا ضروری نہیں ۔۔۔۔۔لیکن اگر کوئی فیض کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ان دونوں نقطہ ہائے نظر کا اپنے طور پر مطالعہ کرے اور پھر کوئی رائے قائم کرے۔''

(شیشوں کا مسیحا: فیض، صفحہ۔۴۲۷، ۴۵۰)

یقیناً اس میں کوئی شک نہیں کہ شاعر کا مطالعہ اگر مختلف تنقیدی نظریات کی بنیاد پر کیا جائے گا تو وہ